© rasailojaraid.com

17

فہم قرآن

امت مسلمہ کا مقام

سید قطب شہیدؒ
ترجمہ: سید حامد علیؒ

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط (البقرہ ۲: ۱۴۴)
تو اپنا رخ مسجد حرام کی جانب کر لو۔ اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو، اپنا رخ مسجد حرام کی جانب کرو۔

تحویل قبلہ کی حکمت

اب ہم تحویل قبلہ، اور مسلمانوں کے لیے ایک مخصوص قبلہ قرار دیے جانے کی ----- جس کی طرف رخ کر کے وہ نماز پڑھیں ----- حکمت بیان کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ امت مسلمہ کی تاریخ کا بہت اہم واقعہ تھا اور امت کی زندگی پر اس واقعے کے عظیم اثرات مرتب ہوئے۔

سب سے پہلے قبلے کی تبدیلی خانہ کعبہ سے بیت المقدس کی جانب ہوئی۔ اس تبدیلی کی غرض و غایت امت کی تربیت تھی۔ اس غرض کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ط (البقرہ ۲: ۱۴۳)

جس قبلے پر تم پہلے تھے، اسے ہم نے اس لیے قبلہ ٹھیرایا تھا کہ ہم ان لوگوں کو، جو رسولؐ کی پیروی کرتے ہیں، ان لوگوں سے ممتاز کر دیں جو الٹے پاؤں پھر جانے والے ہیں۔

اہل عرب زمانہ جاہلیت میں خانہ کعبہ کی عظمت کرتے اور اسے اپنے قومی مجد و شرف کا عنوان تصور کرتے تھے۔ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ اہل ایمان کے دل غیراللہ سے بالکلیہ کٹ کر اللہ کے لیے خالص ہو جائیں۔ وہ اسلامی نظام کے سوا ----- جس کا صرف خدا سے ربط ہے اور جو تاریخی، نسلی اور وطنی وابستگیاں نہیں رکھتا ----- ہر دوسری چیز کی عصبیت اور ہر دوسرے نعرے سے انسان کو دور رکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے خانۂ کعبہ کی طرف رخ کرنے سے انھیں روک دیا اور کچھ عرصے کے لیے مسجدِ اقصیٰ کو ان کا قبلہ قرار دیا تاکہ ان کے دل جاہلیت کی آلودگیوں اور ان تمام امور سے پاک ہو جائیں جن کا جاہلیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے کوئی تعلق ہے' اور یہ ظاہر ہو جائے کہ کون شخص دوسرے تمام عوامل کے اثر سے پاک ہو کر خالصتاً رسولؐ کا اتباع کرتا ہے' ایسا اتباع جو پوری خوش دلی سے ہو' جس میں انسان نے خود کو بالکلیہ رسولؐ کے حوالے کر دیا ہو اور جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہو۔ اور وہ لوگ بھی معلوم ہو جائیں جو جاہلیت کے کسی نعرے پر ---- جس کا تعلق' قوم' وطن یا تاریخ سے ہو ---- فخر کرنے یا اپنے احساسات اور دل کے مخفی گوشوں میں جاہلیت سے کسی قوم کا تعلق رکھنے کی بنا پر الٹے پاؤں پھر جاتے ہیں۔

جب مسلمانوں نے اپنے آپ کو بالکلیہ رسولؐ کے حوالے کر دیا اور اس قبلے کی طرف رخ کرنے لگے جس کا حکم انھیں رسولؐ نے دیا تھا' ساتھ ہی یہود اس معاملے کو اپنے برسرحق ہونے کی دلیل بنانے لگے تو مسجد حرام کو قبلہ بنانے کے لیے اللہ کا حکم آیا' لیکن اس طرح کہ اس نے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی حقیقت پیوست کی اور ان پر واضح کیا کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے اس گھر کی تعمیر اس لیے کی تھی کہ وہ خالصتاً اللہ کے لیے ہو' اور اس امت مسلمہ کی میراث بنے جو حضرت ابراہیمؑ کی' اپنے رب سے دعا کے نتیجے میں وجود میں آئی تھی۔ جیسا کہ اس سے قبل گذشتہ پارے میں وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ط (البقرہ ۲ : ۱۲۴)' اور اس کے بعد کی آیات سے سامنے آچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل میں ایک رسول انھی میں سے' اس اسلام کے ساتھ مبعوث فرمائے' جو ان کا اور ان کے بیٹوں اور پوتوں کا دین ہے (اور وہ امت مسلمہ کی تشکیل کرے)۔

حقیقت یہ ہے کہ مسجد حرام کی تعمیر اور وہ معاملات و کیفیات' جن میں اس کی تعمیر ہوئی' ان امور کا تذکرہ اور حضرت ابراہیمؑ' ان کی اولاد اور ان کے دین' ان کے قبلے' ان کے عہد' اور ان کی وصیت کے سلسلے میں اہل کتاب اور مشرکین سے بحث' جو اس سے قبل اسی سورت میں گزر چکی' مسجد اقصیٰ کو بدل کر مسجد حرام کے قبلہ بنائے جانے کے ذکر کے لیے بہترین تمہید ہے۔ مسجد حرام کی تعمیر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے کی تھی اور اسے تعمیر کرتے وقت انھوں نے وہ طویل دعا کی تھی جو گزر چکی ہے ---- جس کا ایک جز یہ تھا کہ ان کی نسل میں سے امت مسلمہ کی تشکیل ہو ---- اس مسجد حرام کا امت مسلمہ کے لیے ---- جو حضرت ابراہیمؑ کے دین اور ان کے' اپنے رب کے ساتھ عہد کی وارث ہے' قبلہ بنایا جانا بالکل فطری اور منطقی عمل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس تاریخ سے مومن کو کعبے سے جو فکری وابستگی پیدا ہوتی ہے' کعبے کی طرف رخ کرنا اس سے ہم آہنگ حسی وابستگی ہے۔

اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے عہد لیا تھا کہ وہ مسلمان رہیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے عہد لیا تھا کہ وہ ان کے بعد اسی اسلام کے راستے پر چلتے رہیں گے۔ اسی بات کا عہد یعقوب علیہ السلام نے ---- جن کا لقب اسرائیل ہے ---- اپنے بیٹوں سے لیا تھا۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا کہ اللہ کے عہد اور اس کے فضل میں ظالموں کا کوئی حصہ نہیں ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ سے اس بات کا عہد بھی لیا تھا کہ وہ خانہ کعبہ کی تعمیر کریں گے۔ اس لیے یہ گھران دونوں کی میراث ہے اور اس کے وارث وہی لوگ ہوں گے جو ان دونوں کے ساتھ اللہ کے عہد کے وارث ہوں گے۔ یہ امت مسلمہ ہی ہے جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ سے اللہ کے عہد اور ان پر اللہ کے فضل کی وارث ہے۔ اس لیے یہ بالکل فطری اور منطقی بات ہے کہ امت مسلمہ مکہ میں موجود' اللہ کے اس گھر کی وارث ہو اور وہ اسے اپنا قبلہ بنائے۔

کچھ عرصے تک مسلمانوں نے یہود و نصاریٰ کے قبلے' مسجد اقصیٰ کی طرف بھی رخ کیا۔ ایسا ایک خاص حکمت کے تحت ہوا تھا جس کی طرف قرآن میں اشارہ ہے۔ اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ امت مسلمہ کو حضرت ابراہیمؑ کی وراثت عطا کرے' اہل کتاب نے اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین "اسلام" کی طرف واپس آنے سے انکار کر دیا تھا ورنہ وہ بھی اس میراث میں شریک ہوتے' تو قبلے کی تبدیلی ٹھیک اس کے وقت میں ہوئی' اور اللہ کا پہلا گھر' جسے ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا' مسلمانوں کا قبلہ بنا۔ تاکہ مسلمان وراثت کی ساری خصوصیات ----- حسی اور فکری ----- کے حامل ہوں اور دین کی وراثت اور اللہ کے فضل کی وراثت ----- سب وراثتیں پاکر ممتاز ہو سکیں۔

امتیازات اور ظاہری اشکال کی اہمیت

امتیاز امت مسلمہ کے لیے ضروری ہے' تصورات اور معتقدات میں بھی اور قبلہ اور عبادات میں بھی۔ ان سب امور میں امت مسلمہ کا' دوسروں سے ممتاز اور جداگانہ خصوصیات کا حامل ہونا ضروری ہے۔ تصورات و معتقدات سے متعلق تو بات بالکل واضح ہے مگر قبلہ اور عبادات کے سلسلے میں بات اس قدر واضح نہیں ہے۔ اس لیے ہم عبادات کی شکلوں کی قدر و قیمت پر ایک اچٹتی نظر ڈالیں گے۔

جو لوگ گرد و پیش کے حالات اور نفس انسانی کی فطرت اور اس کے تاثرات سے صرف نظر کر کے صرف ان اشکال پر نظر ڈالتے ہیں' تو انھیں بسااوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ عبادات کی ظاہری شکلوں پر اصرار کرنے میں کچھ تنگ نظرانہ تعصب ہے یا ایک طرح ان اشکال کی پرستاری ہے۔ لیکن زیادہ وسیع نظر اور فطرت انسانی کی طبیعت کے' زیادہ گہرے فہم و ادراک سے کچھ دوسری حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔

انسان کی ساخت ظاہری جسم اور باطنی روح سے ہوئی' اس لیے نفس انسانی میں اس بات کا فطری میلان ہے کہ مخفی احساسات کو نمایاں کرنے کے لیے ظاہری شکلیں اختیار کرے۔ یہ مخفی احساسات اس وقت تک سکون نہیں پاتے جب تک وہ ایسی ظاہری شکل اختیار نہ کرلیں جو حواس سے محسوس ہوتی ہو۔ مخفی احساسات بھی اسی وقت پوری طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ جس طرح انسانی قلب میں نمودار ہوتے ہیں' اسی طرح حواس کے سامنے بھی نمودار ہوتے ہیں۔ اسی وقت ان احساسات کو سکون و قرار نصیب ہوتا ہے اور فکری احساسات کا دباؤ پوری طرح ختم ہوتا ہے' کیونکہ انھیں ظاہر و باطن کے مابین مکمل ہم آہنگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محسوس ہوتی ہے اور وہ مخفی اسرار اور نامعلوم اشیا کی طرف اپنے میلان اور ظاہری امور اور اشکال کی طرف اپنے رجحان' دونوں کی تسکین کا سامان پا لیتے ہیں۔

اسی فطری بنیاد پر اسلام نے اپنی سب عبادات کو قائم کیا ہے۔ یہ عبادات صرف نیت یا مجرد روحانی توجہ سے ادا نہیں ہوتیں بلکہ اس وقت ادا ہوتی ہیں جب کہ یہ توجہ ایک متعین ظاہری شکل اختیار کر لے۔ مثلاً نماز میں قبلے کی طرف رخ کرنا' تکبیر کہنا اور قرات اور رکوع اور سجدہ کرنا ہے۔ حج میں ایک متعین مقام سے احرام باندھنا' مقررہ لباس پہننا' خاص طرح کی حرکات' سعی' دعا' تلبیہ' قربانی اور حلق و قصر ہے۔ روزے میں نیت کے ساتھ کھانے پینے اور مباشرت سے اجتناب کرنا ہے۔ اس طرح ہر عبادت میں مخصوص حرکات ہیں' اور ہر حرکت میں عبادت ہے۔ یہ اسی لیے کہ انسان کے ظاہر و باطن میں امتزاج ہو جائے' انسان کی سب طاقتیں منظم اور مرتب ہو جائیں اور وہ سب مل کر فطرت کی پکار پر اس طرح لبیک کہیں جو اس کے مخصوص تصور کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔

اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم تھا کہ مخفی طاقتوں کے لیے ظاہری شکلیں اختیار کرنے کی فطری رغبت ہی نے کج فطرت افراد کو راہ راست سے بھٹکایا ہے۔ چنانچہ ایک گروہ نے سب سے بڑی طاقت ----- خدا ----- کے لیے رمز کے طور پر پتھروں' درختوں' ستاروں' سورج' چاند' جانوروں' پرندوں اور مختلف اشیا کی محسوس اور مجسم علامتیں اختیار کیں۔ ایسا اس لیے ہوا کہ وہ مخفی قوتوں کے اظہار کے لیے کوئی مناسب طریقہ نہ پا سکے۔ اسلام نے آ کر عبادات کی ان معین شکلوں کی صورت میں فطرت کے ان داعیات کی تکمیل کی' مگر ذات الوہیت کو ہر محسوس تصور اور ہر سمت اور جہت سے بالاتر رکھا۔ چنانچہ جب کوئی شخص اپنے دل' اپنے حواس اور اپنے اعضا و جوارح سے بالکلیہ خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہے تو وہ قبلے کی طرف رخ کرتا ہے۔ اس طرح اللہ کی طرف رخ کرنے میں' جو کسی مقام سے وابستہ نہیں ہے اور قبلے کی طرف رخ کرنے میں' جو ایک مقام پر ہے' انسان کی سب قوتوں کے مابین وحدت و ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔

غیر اقوام سے تشبہ کی ممانعت

یہ امر ناگزیر تھا کہ مسلمان جس گھر کی طرف نماز اور عبادات میں رخ کریں' وہ مخصوص اور ممتاز ہو' تاکہ امت مسلمہ' طریق زندگی اور سمت سفر' ہر شے میں ممتاز ہو۔ قبلے کا یہ امتیاز امت کے ممتاز و منفرد ہونے کے شعور کا فطری نتیجہ بھی ہے اور اپنے اثرات کے لحاظ سے امت کے ممتاز اور منفرد ہونے کا شعور بھی پیدا کرتا ہے۔

اسی وجہ سے غیر مسلمین سے ان کی خصوصیات میں ----- جو ان کے باطنی احساسات کی ظاہری تعبیر ہوتی ہیں ----- تشبہ اختیار کرنے کی ممانعت کی گئی جس طرح کہ فکر و عمل میں ان کے طریقے کی پیروی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے روکا گیا ہے۔ یہ تعصب کی بات نہیں ہے' یہ ظاہر پرستی و اشکال پرستی بھی نہیں ہے۔ اشکال کے پس پردہ جو امور ہوتے ہیں' یہ ان پر گہری نظر ہے' ظاہری شکلوں کے پیچھے مخفی محرکات پر نظر۔ یہ مخفی محرکات ہی ہیں جو ایک قوم کو دوسری قوم سے' ایک نظریے کو دوسرے نظریے سے' ایک فکر کو دوسری فکر سے' ایک ضمیر کو دوسرے ضمیر سے' ایک کردار کو دوسرے کردار سے' مختصراً یہ کہ پوری زندگی کے رخ کو دوسرے رخ سے ممتاز کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہودی اور عیسائی (داڑھی کے بال وغیرہ) نہیں رنگتے تو تم ان کے خلاف کرو" (مالک' بخاری' مسلم' ابوداؤد)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گروہ کے پاس تشریف لائے تو وہ آپ ؐ کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو آپ ؐ نے فرمایا: "(تعظیم کے لیے) کھڑے نہ ہوا کرو جیسے کہ عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں" (ابوداؤد' ابن ماجہ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جس طرح کہ عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کو حد سے بڑھا دیا۔ میں تو صرف بندہ ہوں' تو مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو" (بخاری)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ظاہری شکل یا لباس' ایک حرکت یا روش اور ایک قول یا ادب کے بارے میں تشبہ سے منع فرمایا کیونکہ ان سب کے پیچھے ایک باطنی شعور ہے۔ جو ایک تصور حیات کو دوسرے تصور حیات سے' ایک طریق زندگی کو دوسرے طریق زندگی سے اور ایک گروہ کی علامات و صفات کو دوسرے گروہ کی علامات و صفات سے ممتاز کرتا ہے۔

امت مسلمہ : دنیا کی قائد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے خاص طریق زندگی کے سوا ---- جسے زمین میں قائم و برپا کرنے کے لیے یہ امت آئی ہے ---- کہیں اور سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ آپ ؐ نے دراصل روے زمین کی دوسری قوموں سے اندرونی طور پر شکست کھانے اور ان کی ذہنی غلامی سے روکا ہے۔ کسی سماج سے ذہنی طور پر شکست کھانے ہی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان اس سماج کی تقلید اور نقالی کرنے لگتا ہے۔ لیکن امت مسلمہ کا یہ کام نہیں ہے۔ اس کا قیام تو اس لیے ہوا ہے کہ وہ نوع انسانی کی قیادت کے مقام بلند پر فائز ہو۔ اس کے شایان شان یہی ہے کہ وہ اپنے عقیدے کی طرح اپنی روایات و اعمال بھی اسی سرچشمے سے حاصل کرے جس نے اسے نوع انسان کی قیادت و رہنمائی کے لیے چنا ہے۔ امت مسلمہ تو سب سے بلند و برتر ہے' وہ امت وسط ہے' وہ خیر امت ہے' جو انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے برپا کی گئی ہے۔ یہ امت اپنی فکر اور اپنا طریق زندگی کہاں سے اخذ کرے گی؟ یہ اپنی روایات اور اپنے ضوابط و قوانین کہاں سے حاصل کرے گی؟ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ سے حاصل نہ کرے گی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو ان پست افراد و اقوام سے حاصل کرے گی جنھیں پستیوں سے نکال کر بلندیوں تک لے جانے کے لیے یہ امت وجود میں آئی ہے۔

اسلام نوع انسانی کو بلند ترین فکر اور سب سے صحیح اور محکم طریق زندگی کی ضمانت دیتا ہے۔ وہ پوری نوع انسانی کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کے سایہ رحمت میں آ جائے۔ یہ کوئی تعصب کی بات نہیں ہے کہ اسلام نوع انسانی کا اتحاد کسی اور بنیاد کے بجائے صرف اپنی بنیاد پر' کسی اور نظام زندگی کے بجائے صرف اپنے نظام حیات کی اساس پر اور کسی اور جھنڈے کے بجائے صرف اپنے پرچم کے تحت کرنا چاہتا ہے۔

جو شخص تمھیں اللہ اور بلند ترین فکر اور بہترین نظام زندگی کی بنیاد پر اتحاد کی دعوت دیتا ہے اور اس بات سے انکار کرتا ہے کہ خدا کے بھیجے ہوئے طریق زندگی سے انحراف اور جاہلیت کی مہلک پستیوں میں گرنے کی بنیاد پر اتحاد حاصل کیا جائے' وہ متعصب نہیں ہے۔ وہ متعصب ہے صرف حق اور خیر و صلاح کے لیے۔

امت مسلمہ' جو ایک مخصوص اور ممتاز قبیلے کی طرف رخ کرتی ہے' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے مفہوم کو جان لے۔ قبلہ صرف ایک مقام یا سمت کا نام نہیں ہے جس کی طرف کوئی گروہ نماز میں رخ کرتا ہو۔ مقام یا سمت تو محض ایک رمز ہے' امتیاز اور خصوصیت کا رمز۔ امتیاز فکر میں' امتیاز تشخص میں' امتیاز منزل مقصود اور ہدف میں' امتیاز ان امور میں جن کا اہتمام کیا جائے' امتیاز وجود میں۔

آج جاہلیت کے مختلف تصورات سے زمین گونج رہی ہے۔ جاہلیت کے مختلف اغراض و مقاصد ہیں جنھیں سب اہل زمین اپنائے ہوئے ہیں۔ جاہلیت کے مختلف جھنڈے ہیں جنھیں سب قومیں اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور امت مسلمہ جاہلیت کے اس طوفان کے درمیان گھری ہوئی ہے۔ آج امت مسلمہ کو اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اس کا مخصوص تشخص ہو' جو غالب جاہلیت کے تصورات سے بالکلیہ ممتاز و مختلف ہو۔ اس کے اپنے مخصوص مقاصد اور اعمال ہوں جو اس تشخص اور اس تصور کے ساتھ میل کھاتے ہوں' اور اس کا اپنا مخصوص پرچم ہو جو خدائے واحد کے نام پر بلند ہو۔ اور یہ اس لیے کہ دنیا پر واضح ہو سکے کہ وہ امت وسط ہے جو سب انسانوں کے لیے برپا کی گئی ہے تاکہ وہ عقیدے کی امانت اور اس کی میراث کی حامل بن سکے۔

یہ عقیدہ زندگی کا کامل نظام ہے۔ یہ نظام ہی وہ شے ہے جس کے باعث خلافت کی حامل امت ----- جو عقیدے کی میراث کی وارث' انسانوں پر حق کی گواہ و نگراں اور اس بات کی ذمہ دار ہے کہ پوری نوع انسانی کو اللہ کی اطاعت و بندگی کی طرف لائے ----- دوسری قوموں سے ممتاز ہوتی ہے۔ امت مسلمہ کی زندگی میں اس نظام کا عملی ظہور ہی وہ چیز ہے جو اس امت کو تشخص اور وجود میں' اغراض و مقاصد اور مہتم بالشان امور میں اور پرچم اور علامتوں میں امتیاز عطا کرتا ہے۔ یہی چیز اسے قیادت کا وہ مقام بخشتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کی گئی ہے اور جس کی غرض سے وہ انسانوں کے لیے برپا کی گئی ہے۔ اس نظام کے بغیر وہ تباہ و برباد ہے اور اس کے نشانات مبہم اور علامات نامعلوم ہیں' خواہ وہ کتنے ہی لبادے اوڑھے اور کتنے ہی نعرے' دعوتیں اور جھنڈے بلند کرے (فی ظلال القرآن' جلد اول)۔

© rasailojaraid.com